عابد حسین ڈار
Research Scholar, department of Persian, University of Kashmir

سیمین دانشور کا نسائی شعور: ایک مطالعہ

(ناول ''ساربان سرگردان'' کے تناظر میں)

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

(اقبال)

تلخیص:

تحریک مشروطیت کے سبب فارسی ادب میں بہت سے نت نئے موضوعات ابھر کر سامنے آئے۔ انہی موضوعات میں نسوانیت ایک اہم موضوع ہوتا ہے، بہت سے خواتین قلمکار گزریں ہیں جنہوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ان میں رابعہ قزداری، سیمین بہبہانی، فروغ فرخزاد، پروین اعتصامی اور سیمین دانشور قابل ذکر ہیں، ان میں سے بعض قلم کار مغربی افکار و نظریات سے کافی متاثر رہی اور انہوں نے اپنی تخلیقات میں ایسے یکسو نظریات پیش کیے جو بالآخر تنازعات کا باعث بنتے ہیں، لیکن دانشور ایک ایسی باہوش تخلیق کار گزری ہے جو مغربی فمینیسم کو فحاشیت اور عریانیت اور ریڈیکل فمینیسم (Radical Feminism) سے تعبیر کرتی ہے۔

دانشور نے حقیقت پسندانہ انداز میں اپنے کرداروں کے ذریعے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے، ان کے ہاں مرد و عورت کے حقوق قرآن کے ہاں متعین ہیں۔ وہ عورت کو ''شعر خدا'' مرد کو ''نثر خدا'' سے تعبیر کرتی ہے۔

کلیدی الفاظ: سیمین دانشور، فمینیزم، زن، ساربان سرگردان، سماجی، سیاسی، شعور۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~

سیمین دانشور (۱۳۰۰/۱۳۰۹ش) جدید فارسی زبان و ادب کی ایک مشہور و معروف مصنفہ، داستان نویس، ناول نگار، معلّمہ اور ناقد گزری ہیں۔ فارسی کے ادبی دنیا میں ان کا شمار ایسے
~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اعلیٰ ترین تخلیق کاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی تحریروں سے ایک خاص روایتی جمود کو توڑنے کا ساماں فراہم کر کے اپنے موقلم سے معاشرہ کی عکاسی بخوبی انجام دی اس ضمن میں وہ ایک انٹرویوں میں اس معاشرتی خفکان وکسمپرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتی ہے:

''معاشرتی زنجیر کو توڑنے کی اجازت ہے۔ جب جلال سے ازدواج کیا تو
اپنے خاندان سے جدا ہوئی۔۔۔ میں نے غربت باپ کے داروخانے میں
دیکھی اور جہالت اپنے اردگرد''

سیمین دانشور کے فکروفن کا اہم موضوع فمیزم ہے۔انہوں نے اپنے فکروفن میں عورتوں کی زندگی کے مختلف پہلووں پر اظہار خیال کیا۔وہ اپنے کرداروں کے درمیان زندگی اس خصوصیت ومشاہدے کی قوت کے ساتھ بسر کرتی ہے کہ ان کرداروں کے شخصی واقعات وحوادث، احساسات وعواطف اورافکارو نظریات ایک خاص پیرائے میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔کیونکہ وہ اپنے مسحور کنندہ اسلوب بیان جو سادگی و سلاست، اثر خیزی واثر انگیزی کے اوصاف کا حامل رہا ہے سے انسانی زندگی کے نشیب وفراز اور اسرارو رموز کی نقاب کشائی بڑی مہارت اور چابکدستی کے ساتھ انجام دیتی ہے۔

اس حوالے سے ان کی داستانیں اور ناول اپنے معاشرے کی عکاسی کرنے کے حوالے سے ایک مرقعے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سیمین دانشور اپنے ماحول کو اپنی تخلیقات میں خالی مدغم یا مرتسم نہیں کرتی ہے بلکہ وہ اس ماحول میں نشو ونما پا کر اس کے افکار و خیالات، مزاج ولطائف اور حالات واقعات کا خود بخود ایک صاف وشفاف آئینہ بن جاتی ہیں۔ جب کوئی باحس فنکار اپنی تحریر میں انسانی معاشرے کے بارے میں قلم اٹھاتا ہے تو پورا معاشرہ اپنے جذبات، عادات ورسومات اور روایات وفلسفہ جہان بینی اس کے قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ افگن ہوتا ہیں۔سیمین دانشور انہی خصائص وصفات کے ساتھ اپنے تخلیقی فن پاروں کو فارسی ادب کے کینوس میں پیوستہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔

سیمین دانشور نے فارسی کے فکشن میں موضوعی اور معروضی سطح پر ایک نیا طرز وروش ایجاد کی، جس میں جاگیردارانہ نظام کا عورتوں پر استحصال ایک نمایاں انداز میں قاری کے سامنے اپنی موجودیت کا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔یہ ایک واضح امر ہے کہ عورتوں کے گوناگوں مسائل کے بارے میں اظہار خیال کرنا

ایک مرداساس معاشرے میں مشکل امر ہے۔اس کے لئے جرائت ،عزم واستقلال اورصلابت فکر کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تلاش وجستجو کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔مرداساس معاشرے کی واقعیت کو ہم اس حقیقت سے سمجھ سکتے ہیں کہ سیمین نے جو مقالات ،انٹرویز اور کالم ریڈیو تہران کے لئے لکھے اس میں انہوں نے ''شیرازی بی نام'' کا نام ٹھیک اسی طرح اختیار کیا جیسے برطانیہ کی معروف ناول نگار ''مری ان اونز'' نے اپنی تحریروں میں مردانہ نام ''جورج الیوت'' اختیار کیا تھا۔

فارسی کے ادبی دنیا میں ایسے بہت سے تخلیق کار و مفکرین گزرے ہیں جنہوں نے وجود و حقوق زن کے متعلق خامہ فرسائی کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں تاریخی طور پر جو سب سے برجستہ نام ہے وہ پروین اعتصامی کا ہیں۔وہ نسوانی وجود اور لطائف کے حوالے سے یوں فرماتی ہیں:

در آن سرای که زن نیست ،انس و شفقت نیست
در آن وجود که دل مرده،مرده است روان
به هیچ مکتب و دیباچه یی قضا ننوشت
برای مرد کمال و برای زن نقصان
زن از نخست بود رکن خانه هستی
که ساخت خانه بی پایه بست و بی بنیان
زن از براه متاعت نمی گداخت چو شمع
نمی شناخت کس این راه تیره را پایان
فرشته بودن زن ،آن ساعتی که چهره نمود
فرشته بین، که برو طعنه میزند شیطان
اگر فلاطون و سقراط ،بوده اند بزرگ
بزرگ بوده پرستار خردی ایشان
چوناخداست خرد مند و کشتیش محکم
دگر چه باك زامواج و ورطه و طوفان (۱)

سیمین دانشور کے آثاروں میں ''آتش خاموش(۱۳۲۷)،جزیرہ سرگردان(۱۳۸۰)،ساربان

سرگردان (۱۳۸۰) جلد دوم جزیرہ سرگردان، بہ کی سلام بکنم (۱۳۵۹) سووشون (۱۳۴۸) میں نسوانیت کے موضوع پر مفصل بحث ہوئی ہے۔ان کی یہ تحریریں اس بات کی آئینہ دار ہیں کہ انہوں نے عورتوں کو وجودی وانسانی حیثیت سے دیکھا ہے۔اپنی داستانوں اور ناولوں میں سیمین دانشور نے ایک خاص قسم کے اسلوب و آہنگ کو اپنا کر معاشرے کی روایتی اخلاقیات کی دھجیاں یوں بکھیریں کہ ادبی وغیرادبی حلقوں میں کہرام سا مچ گیا۔

دانشور اس بات کی قائل تھی کہ ایرانی معاشرے پر غرب زدگی کا بوت سوار ہے اور اس بت کو کچلنا ان کا خاص مقصد ٹھہرا، جیسا کہ یہ نکتہ اظہر من الشمس ہے کہ دانشور کا دور سماجی اور ادبی انقلاب کا پرشور دور تھا اس دور میں ادبی تحریکیں وجود میں آئیں جن میں تحریک مشروطیت قابل ذکر ہیں۔اس تحریک کے خاص اراکین میں ان کا شمار ہونے کے علاوہ دانشور کے دل و دماغ پر اس نے گہرا اثر ڈالا۔ابتدا میں دانشور تحریک مشروطیت کے مصنفین کے طرز فکر اور روایتی طبقاتی شعور کی بنیادوں پر اپنے تخلیقی اظہار کو اختیار کرتی ہوئی نظر آتی ہے مگر بہت جلد ان کا نسائی شعور مشروطیت کے موضوعاتی کینوس و سخت گیری سے آگے بڑھ جاتا ہے یوں اپنی ادبی تحریروں میں ایک ایسے معاشرے سے روشناس ہوتی ہے اور قاری کو روشناس ایسی دنیا سے کرواتی ہے جہاں عورت و مرد کو طبقاتی نابرابری، زن سالاری، مردم سالاری، استحصال اور غرب زدگی کے عناصر سے پالا پڑتا ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دانشور کی داستانوں اور ناولوں کے پس منظر میں مذکورہ بالا مسائل کے تنوع کی جھلک ملتی ہے۔کہیں جاگیردارنہ نظام میں ان کے کردار بغاوت کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں ماڈرن لڑکیاں سڑکوں پر بےحجاب گھومتی ہوئی نظر آتی ہیں، ان کی نظر میں ایسی بےشعور لڑکیاں فحاشیت کو نسوانی آزادی کا عنوان دیتی ہیں۔اس سلسلے میں دانشور ایسی عورتوں کو ایک خوب صورت انداز میں کچھ اس طرح نصیحت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں:

> "سلیم من یک معنا فمنیست هستم،همین طور که هستم مرا می خواهی؟ گفت با تمام وجودمی خواهمت-اما فمینیسم انواع و اقسام دارد-فمینسیم غربی در آخرین تحلیل حق مرد می گیرد و به زنان می دهد و به همین علت این همه طلاق در غرب رواج دارد-چرا کـه طرفین معادله بهم خورده است-مرد مظلوم و زن ظالم شده است- گفت:قریب شش

ملیون مرد غربی خود را گم گور کرده اندتا اموالشان را با
زنهای مطلقه شان نصف نکنند" (۲)

یہ امر واضح ہے کہ دانشور نے ایرانی عورت کو سماجی، سیاسی، معاشی اور نفسیاتی شعور کے حوالے سے ایک وسیع منظر نامے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے، اس سلسلے میں وہ اسلام کے تصور نسائیت سے مدد لیتے ہوئے مرد اور عورت کے مابین حقوق و تعلقات کو اجاگر کرتی ہے۔ مغربی دنیا کی جنسی ناہنجاری، فحاشیت اور اخلاقی تنزل کو اجاگر کرنے کے بعد دانشور نے مشرقی نظریہ نسوانیت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے وہ قرآن کے پیش کردہ منفرد تصور حقوق مرد و زن کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"از فمینیسم شرقی گفت: گفت در شرق بایستی حقوق زن
را بالا ببریم تاهم سطح مرد بشود---حدود همه حقوق زن و
مرد در قران کریم تعین شده است-نمی شود که ضد قران
فتوی داد و عمل کرد" (۳)

دانشور اپنی ادبی تحریریوں میں اس اہم نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ معاشرہ کبھی بھی غیر جنسی نہیں ہوسکتا اور جہاں کہیں اس منافقت کو یوں روا رکھا جاتا ہے کہ عورت کی جنسی ضروریات اور جنسی شناخت کو مسخ ہو وہاں عورت اپنے فطری پوشیدہ قویٰ سے اپنے جنسی غریزے (Sexuality) کے اثبات کے لیے راہیں تلاش کرتی رہتی ہیں۔ جہاں انہوں نے عورتوں کے مجموعی حقوق کی بات کی ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کی جنسی و نفسیاتی خلش سے بھی انہوں نے سروکار رکھا ہے وہ اس طرح کہ ان کے ہاں جنس کی فطری جبلت عورت ذات کے شخصی ارتقاع کا اثر گزار جوہر بن جاتا ہے، اس ضمن میں ان کی مشہور داستانوں میں "آتش خاموش" اور "ساربان سرگردان" قابل ذکر رہتے ہیں۔

جب ان کے آثار کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو مختلف داستانوں میں مختلف طرح کی عورتوں کی روئداد بیان ہوئی ہے، ان کے ہاں غمزدہ، ستم دیدہ عورت بھی ہے اور شجاع اور خود پرست بھی، مفلوک الحال، بیوہ اور ظالم و بدذات بھی۔ الغرض انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے ایسی عورتوں کو پیش کیا جو انسانی معاشرے میں ہرسوں دکھائی دیتی ہے۔ ان کی نظر میں ایک عورت اپنے حقوق کی بازیابی اور اظہار ذات کے حوالے سے کبھی سکوت کو ترجیح دیتی ہے اور کبھی بہادری کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ بہادری، حقوق اور آزادی

اپنے کرداروں 'ہستی' 'فرخندہ' اور 'سلیم' کے ذریعہ اجاگر کرتے ہوئے نظر آتی ہے:

”هستی چادر در دست به اتاق فرخنده رفت۔فرخنده داشت ورزش می کرد۔

هستی پرسید:فرخنده تو سلیم فرخی را می شناسی؟

خیلی خوب۔حتی مدتی عاشقش بودم،دیدم بی فایده است رها کردم۔

چه جور آدمی است؟

مرموز و تاحدی ترسو۔اما مسلمان واقعی و بسیار دانا۔مردسالار و پدر سالار هم هست۔

فرخنده راست می گوید:سلیم مرد سالار است ۔آن روز در پارك مرا متقاعد كرد كه دست از شغلم بردارم۔من از استقلال مالی حرف زدم۔پرسید چه استقلالی؟ گفت احتیاجی پول آن شغل كه ندارم ۔من از تساوی زن و مرد حرف زدم و در اجتماع بودن“۔ (۴)

مجموعی طور پر سیمین دانشور کے منفرد نسائی شعور نے فارسی ادب میں ایک نئے اور قابل ستائش باب کا اضافہ کیا۔اس حوالے سے وہ مغربی نظریہ زن سے کافی زیادہ متفر نظر آتی ہے اور ایرانی عورتوں کو قدیم باستانی و ایرانی تصور زن کے حوالے سے متنبہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے ۔وہ مغربی فمینزم کو فحاشیت اور عریانیت سے تعبیر کرتی ہے۔

دانشور نے جس انداز میں حقوق زن، شخصیت زن، سماجی نظام، معاشی آزادی اور نسائی شعور کے لئے آواز بلند کی وہ قابل تحسین ہے، معاشی آزادی، نسائی شعور، تقدس زن اور شخصیت زن کے سلسلے میں وہ ایک توانا و پرشور آواز رہی ہے۔ایک عورت ہونے کے ناطے جس طرح انہوں نے ”عورت“ کو موضوع سخن بنایا اور ان کے مسائل کی ترجمانی ونمائندگی کر کے اپنی تخلیقی قوت سے ایسے زندہ وجاوید کردار پیش کیے جو ان کے فکر وفن کے شہکار نمونوں میں مبدل ہوتے ہیں۔

منابع و مآخذ:

۱۔پروین اعتصامی،فرشتہ انس، gonjoor.net/parvin/divanp/mtm/sh102۔

۲۔دانشور ،سیمین،ساربان سرگردان،انتشارات خوارزمی، تهران،۱۳۸۰، ص۸۲

۳۔همان،ص ۸۲۔

۴۔دانشور ،سیمین،ساربان سرگردان،انتشارات خوارزمی،تهران،۱۳۸۰،ص،۸۱،۸۲۔

۵۔دانشور ،سیمین،آتش خاموش،انتشارات کتابز،تهران،۱۳۲۷۔

۶۔دانشور ،سیمین،به کی سلام بکنم،انتشارات خوارزمی،تهران،۱۳۸۰۔